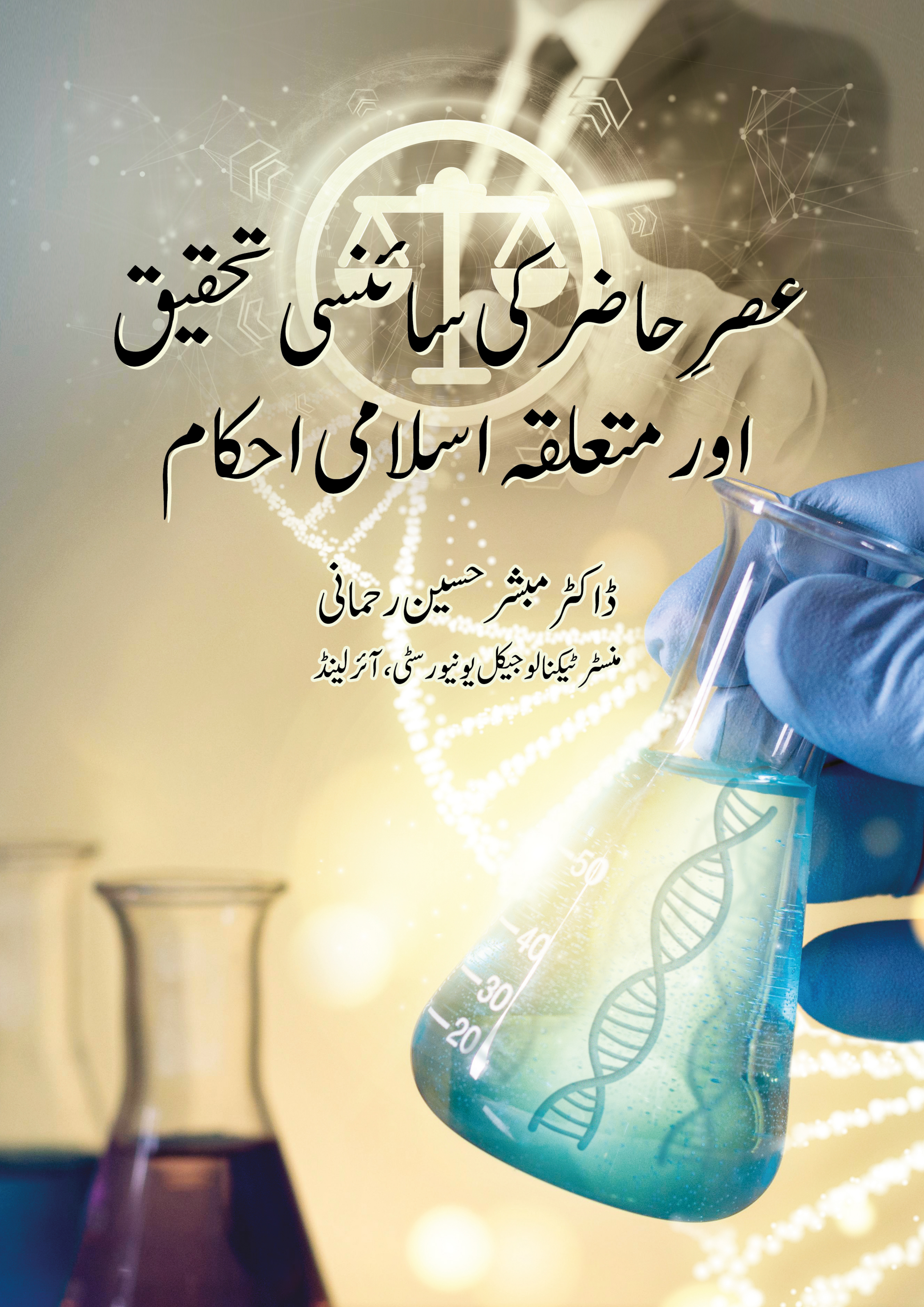


عصرِ حاضر کی سائنسی تحقیق

اور متعلقہ اسلامی احکام

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

منسٹر ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی، آئرلینڈ

عصرِ حاضر کی سائنسی تحقیق اور متعلقہ اسلامی احکام

تحریر وتخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

پچھلی دو تین صدیوں سے سائنسی ایجادات (scientific inventions) نے ہماری زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہ سائنسی ایجادات ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں نظر آتی ہیں، چاہے وہ ہماری روزمرہ کے استعمال کی اشیا ہوں یا جنگی سازو سامان، چاہے وہ طب (medical science) ہو یا مواصلاتی نظام (telecommunication systems)۔ غرض زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک، سمندروں میں پانی سے لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں تک، سائنسی ایجادات نے زندگی کے طول وعرض کو گھیر رکھا ہے۔ ہر سائنسی ایجاد کے پیچھے سائنسدانوں کی ایک ٹیم (team) کی انتھک محنت شامل ہوتی ہے اور وہ دن رات سائنسی تحقیق کر کے کسی ایجاد کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔

عمومی طور پر سائنسی ایجادات اور تحقیق کرنے کے لیے ڈاکٹریٹ (Doctor of Philosophy PhD) ایک باضابطہ ڈگری سمجھی جاتی ہے [1]۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ایک انسان کے اندر سائنسی تحقیق اور ایجاد کرنے کی باقائدہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آسان الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری (PhD) سائنسی تحقیق کرنے کے لیے ایک باضابطہ لائسنس (license) ہے۔ ایک طالب علم کو تقریبا تین سے چار سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے، ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے اور اس دوران وہ کسی مضمون پر تحقیق کرتا ہے اور کوئی ایجاد کرتا ہے؛ چونکہ طالب علم کا یہ پہلا یا دوسرا تجربہ ہوتا ہے، لہٰذا وہ کوئی بڑی ایجاد نہیں کر پاتا؛ البتہ اپنے پی ایچ ڈی سپروائزر (PhD supervisor) کی سربراہی میں پہلے سے موجودہ ایجادات کے اندر تھوڑا سا تنوع پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب پی ایچ ڈی کا طالبِ علم تین چار سال تک اس سارے عمل سے دو تین مرتبہ گزر جاتا ہے تو اس کو تھوڑی بہت

سائنسی تحقیق اور ایجاد کرنے سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک پی ایچ ڈی کے طالبِ علم کو اپنی تحقیق اور ایجاد کو عالمی سطح پر منوانے کے لیے تحقیقی مقالے (research papers) لکھنے پڑتے ہیں [2]۔ ان ہی تحقیقی مقالوں کی بنیاد پر سائنسدانوں اور پروفیسرز کی ایک کمیٹی اس کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازتی ہے۔

اس مضمون کے اندر ہم سائنسی تحقیقات، ایجادات اور متعلقہ امور پر تفصیل سے معلومات فراہم کریں گے اور ہماری یہ کوشش ہوگی کہ انشاءاللہ اگر کوئی مسلمان سائنسدان اس مضمون کو پڑھ کر سائنسی تحقیقات اور ایجادات، اسلامی احکامات کی روشنی میں شروع کر دے تو انشاءاللہ اس کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ جیسا کہ ہم سب لوگوں کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ رب العزت نے ہماری کامیابی اپنے پورے کے پورے دین پر چلنے میں رکھی ہے۔ چونکہ ہمارا دین، دینِ فطرت ہے، لہٰذا اس میں ہر ہر شعبے سے متعلق احکامات بھی موجود ہیں۔ اب چونکہ ہم اس مضمون میں سائنسی تحقیق اور اس سے متعلقہ امور پر بات کر رہے ہیں تو ہمیں اس شعبے سے متعلق اللہ تعالی کے احکامات اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشادات کو سامنے رکھنا ہوگا۔ ان احکامات کو جاننے کے لیے ہم نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم میمن صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید سے اس شعبے سے متعلق مسائل پوچھ کر اس مضمون میں شامل کیے ہیں۔ اگر سائنسدان اور پروفیسر حضرات سائنسی تحقیق کے شعبے میں ان احکامات کو سامنے رکھ کر تحقیق کریں گے تو انشاءاللہ، اللہ رب العزت دونوں جہانوں میں کامیاب کریں گے۔

اب سب سے پہلے ہم سائنسی تحقیقی مقالہ (research paper) اور اس کی متعلقہ اقسام بیان کرتے ہیں؛ تاکہ قارئین کو سائنسی اصطلاحات سمجھنے میں آسانی ہو۔ سائنٹفک کمیونٹی کے اندر عمومی طور سے سب سے زیادہ اہمیت (weightage) حقِ سندِ ایجاد کو دی جاتی ہے، پھر جرنل کے مقالہ کو اور پھر کانفرنس کے تحقیقی مقالہ کو۔ ہم مثال کے طور پر یہ بات قارئین کو بتاتے چلیں کہ اگر کوئی سائنسدان کسی یونیورسٹی میں یا کسی سائنسی تحقیقاتی ادارے میں روزگار کے حصول کے لیے درخواست بھیجتا ہے تو اس کے لکھے ہوئے تحقیقی مقالہ جات کو دیکھا جاتا ہے کہ اس سائنسدان نے کتنے حقِ سندِ ایجاد رجسٹرڈ کروائے ہیں، کتنے اس نے جرنل کے تحقیقی مقالے لکھے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ حکومتی اداروں اور بین الاقوامی فنڈنگ اداروں سے پیسوں کے حصول کے لیے بھی یہ تحقیقی مقالے ہی معیار ہوتے ہیں۔ نیز محکماتی ترقی کے لیے بھی یہ تحقیقاتی

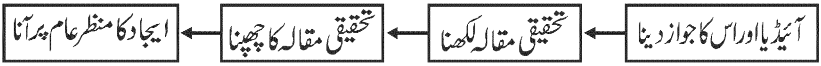
مقالے دیکھے جاتے ہیں۔

ٹیبل نمبر: سائنسی تحقیقی مقالہ اوراس کی متعلقہ اقسام

سائنسی تحقیقی مقالہ	انگریزی نام
حقِ سندِ ایجاد	Patent
کتاب کا باب	Book Chapter
جرنل مقالہ	Journal Research Paper
میگزین مقالہ	Magazine Research Paper
کانفرنس مقالہ	Conference Research Paper
پوسٹر	Poster Abstract
ٹیکنیکل رپورٹ	Technical Report

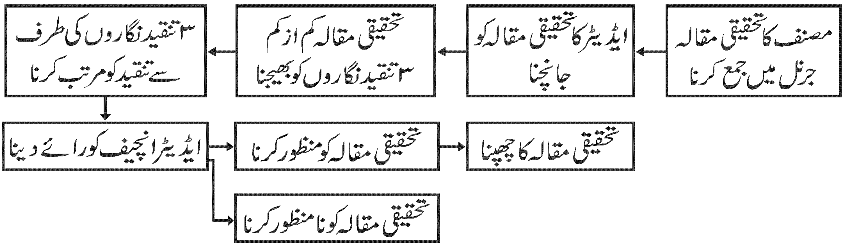
اب چونکہ کسی سائنسدان کی ترقی کا دارومدار کسی حد تک اس کے چھپے ہوئے تحقیقی مقالوں کی بنیاد پر ہوتا ہے، لہٰذا ہر سائنسدان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اچھی سے اچھی جگہ اور زیادہ سے زیادہ اس کے تحقیقی مقالہ جات چھپیں۔اس کی وجہ سے سائنسدانوں کے اندر ایک مقابلہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ اچھی سے اچھی ایجاد کا پیش خیمہ بنتی ہے؛ مگر اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے وہ یہ کہ بعض سائنسدان حضرات جن کو سائنسی تحقیق سے متعلق احکامات کا پتہ نہیں ہوتا، وہ اپنے قیاس پر ہی عمل کرتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کے جائز ناجائز ہر طریقے سے ان کے تحقیقی مقالہ جات چھپ جائیں اور اس کے لیے وہ مختلف تاویلات کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ذیل میں ہم نے سائنسی تحقیق سے ایجاد تک کے مرحلے کو عمومی طور پر ایک تصویر کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے (دیکھیے تصویر نمبر ۱)۔ تصویر نمبر (۱) دیکھنے کے بعد یہ بات عیاں ہے کہ آئیڈیا سے لے کر ایجاد کے منظرِ عام ہونے تک، ہر مرحلے پر دھوکہ دہی ہوسکتی ہے۔اس دھوکہ دہی اور فریب سے بچنے کے لیے سائنسدانوں نے تحقیقی مقالوں کو جانچنے کا عمل وضع کیا ہے جو کو سائنسی اصطلاح میں تحقیقی مقالہ کا جانچنا (Peer Review) کہتے ہیں۔ کسی سائنسی تحقیقی مقالہ کے جانچنے کے طریقۂ کار کو ہم نے عمومی طور پر ایک تصویر کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے (دیکھیے تصویر نمبر ۲)۔

تصویر نمبر۱: سائنسی تحقیق اور ایجاد کا منظرِ عام پر آنا



اب ہم حقِ تصنیف، حقِ ایجاد اور اس سے متعلقہ شرعی امور کا ذکر کرتے ہیں۔

تصویر نمبر(۲): تحقیقی مقالہ کے جانچنے کا طریقہ کار [3]



حقِ تصنیف اور حقِ ایجاد کی شرعی حیثیت

وکی پیڈیا (wikipedia) میں سندِ حقِ ایجاد (patents) کی تعریف لکھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک طرح کے حقوق ہیں جو کہ ایک ملک ایک سائنسدان اور محقق کو ایک محدود وقت کے لیے دیتا ہے؛ تاکہ عوام کو اس کی ایجاد سے آگاہ کیا جائے [4]۔ یہ ایک طرح کی فکری ملکیت (intellectual property) ہے۔ سندِ حقِ ایجاد (patents) دینے کے طریقۂ کار اور قوانین ملک در ملک الگ الگ ہوتے ہیں۔ سندِ حقِ ایجاد (patents) میں اصل میں کسی دوسرے شخص کو بغیر اس کی اجازت کے وہ ایجاد بنانے، اس کا استعمال کرنے، اور اس کو بیچنے وغیرہ کے حق سے روکا جاتا ہے۔

یہ بات بہت اہم ہے کہ جب سائنسدان کوئی ایجاد کرتا ہے تو وہ اپنی اس ایجاد کو تحقیقی مقالے (research paper) کے ذریعے منوا سکتا ہے؛ البتہ سندِ حقِ ایجاد کے اندر بہت زیادہ تکنیکی تفصیلات ہوتی ہیں اور اس ایجاد کو بنانے کی تفصیلات بہت گہرائی میں ہوتی ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کے اندر زیادہ تر یہ سندِ حقِ ایجاد رجسٹرڈ کروائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک کمپنی نے ایک سائنسدان سے ایک دوائی کی سندِ حقِ ایجاد خرید رکھا ہے تو صرف وہی کمپنی اس دوائی کو بنا سکتی ہے اور اس سے منافع حاصل کر سکتی ہے اور اس کا کچھ حصہ سائنسدان کو بھی دے گی۔ اب ذیل میں ہم حقِ تصنیف اور سندِ حقِ ایجاد سے متعلق سوال وجواب پیش کرتے ہیں۔

سوال: - مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اپنی تصنیف

جواھرالفقہ ،جلد دوم، باب حقِ تصنیف اور حقِ ایجاد کی شرعی حیثیت کے اندر حقِ سندِ ایجاد کا ذکر کیا ہے [5]۔اس میں حضرت مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اپنی کسی تصنیف اور ایجاد کو رجسٹرڈ کروا کر دوسروں کو اس کی اشاعت یا صنعت سے روکنا جائز نہیں!۔تو کیا سندِ حقِ ایجاد حاصل کرنا بھی شرعی طور پر جائز ہے؟

جواب: ۔حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ عالی صاحب نے اس کی اجازت دی ہے کہ حقِ تصنیف بیچنا جائز ہے اور اس کی تفصیل فقہی مقالات، جلد اول حقوق مجردہ کی خرید وفروخت میں موجود ہے [6]۔

سوال: ۔جو سائنسدان تحقیقی مقالے چھاپتے ہیں وہ مختلف پبلیشرز (publishers) کے ذریعے منظرِ عام پر آتے ہیں۔ ٹیلی مواصلات (telecommunications) اور کمپیوٹر نیٹ ورکس (computer networks) سے متعلق جو مشہور پبلیشرز ہیں وہ (IEEE, Elsevier, Springer, Wiley, Inderscience, ACM etc) وغیرہ ہیں۔ ہر سائنسدان پبلیشر کو کاپی رائٹ (copy right) دیتا ہے اور پھر وہ پبلیشر اس تحقیقی مقالے کو پیسوں کے عوض بیچتے ہیں۔لہٰذا کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ نیز کیا تحقیقی مقالے بھی مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے اس حکم کے ذیل میں آتے ہیں جو کہ انھوں نے جواھرالفقہ میں لکھا ہے یعنی اپنی کسی تصنیف اور ایجاد کو رجسٹرڈ کروا کر دوسروں کو اس کی اشاعت یا صنعت سے روکنا جائز نہیں؟

جواب :–اب جائز ہے، جیسا کہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی صاحب کی تحقیق ہے [6]۔

تحقیقی مقالوں سے متعلق شرعی احکام (Islamic Commandments related to Research Papers)

حکومتِ پاکستان کے ذیلی ادارے اعلیٰ تعلیمی کمیشن (Higher Education Commission) نے معیار بنا رکھا ہے کہ اسسٹنٹ پروفیسر (Assistant Professor) کو ایسوسی ایٹ پروفیسر (Associate Professor) کے عہدے پر ترقی حاصل کرنے کے لیے ایک مخصوص تعداد میں تحقیقی مقالے شائع کرنے ہوں گے۔ نیز عالمی سطح پر بھی اس سائنسدان اور محقق کو کافی پذیرائی ملتی ہے جو کہ زیادہ سے زیادہ تحقیقی مقالے لکھتا ہے اور اسی سائنسدان کو ریسرچ فنڈز (research funding) اور پی ایچ ڈی (PhD) کے طلبا ملتے ہیں جو کہ زیادہ

سے زیادہ تحقیقی مقالے لکھتا ہے۔ لہٰذا ہر محقق اور سائنسدان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اعلیٰ معیار کے تحقیقی مقالے لکھے؛ البتہ کچھ لوگ ان میں ایسے بھی شامل ہوتے ہیں جو کہ پروفیشنل (professional) طور پر تحقیق وٹیکنالوجی (research and technology) میں اتنے مضبوط نہیں ہوتے، لہٰذا وہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ کسی بھی طریقے سے تحقیقی مقالہ شائع ہو جائے۔ اس کے لیے وہ پیسے دے کر بھی تحقیقی مقالے شائع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، نیز وہ تحقیقی مقالے چھاپنے میں اپنے اثر ورسوخ کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان سب کوششوں کا بنیادی مقصد اگلے گریڈ میں ترقی اور پذیرائی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اب اس تمہید کے بعد تحقیقی مقالوں سے متعلق سوال وجواب پیش کرتے ہیں۔

سوال: - بعض مرتبہ دوستی یاری کے اندر یا دوسرے پر احسان کرنے کے لیے، کیا ایک شخص کا اپنے تحقیقی مقالے (research paper) میں نام ڈالنا درست ہے؟

جواب: - جائز نہیں ہے۔

سوال: - بعض پروفیسرز حضرات اور سائنسداں، تحقیقی مقالوں کے اندر ایک دوسرے کے نام ڈالتے ہیں؛ جبکہ اس سائنسداں یا پروفیسر نے اس تحقیقی مقالے کے اندر کوئی کام نہیں کیا ہوتا۔ کیا یہ شرعی طور پر جائز ہے؟

جواب: - اگر اس ساتھی نے کام نہیں کیا تو اس کا نام ڈالنا خیانت ہوگا اور ایک قسم کا دھوکہ اور جھوٹ کا گناہ بھی لازم ہوگا۔

سوال: - پیسے دے کر معیاری جرنلز (journals) کے اندر تحقیقی مقالہ چھپوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: - پیسے دے کر تحقیقی مقالہ شائع کرنا جائز نہیں اور یہ رقم رشوت شمار ہوگی۔

سوال: - کیا غیر معیاری جرنلز میں چھاپنا جائز ہے؟

جواب: - گنجائش ہے۔

سوال: - کیا پیسے والے جرنلز میں چھاپنا جائز ہے؟

جواب: - بغیر پیسوں کے چھپوایا جائے۔

سوال: - کیا ہم کسی ساتھی کی مدد کرنے کی نیت سے اس کا نام تحقیقی مقالے میں ڈال سکتے ہیں؟

جواب: - قانوناً گنجائش ہو تو ڈال سکتے ہیں یا پھر مقالہ میں اس سے کچھ کام لیا جائے؛ تا کہ

جھوٹ لازم نہ آئے۔

سوال: - کیا ہم کسی ادارے کی بااثر شخصیت کا نام، مثلاً ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ (Head of Department)، ڈین آف انجینئرنگ (Dean of Engineering) وغیرہ کا نام تعلقات بڑھانے کی خاطر تحقیقی مقالے میں ڈال سکتے ہیں؟

جواب: - اگر قانوناً اجازت ہو تو ڈال سکتے ہیں، دھوکہ اور جھوٹ نہ ہو۔

سوال: - کیا بیرون ملک کے کسی پروفیسر یا سائنسدان کا نام فنڈز حاصل کرنے کے لیے تحقیقی مقالے میں ڈال سکتے ہیں؟

جواب: - اوپر کی شرط کے ساتھ۔

سوال: - کیا ہم ایک وقت میں ایک تحقیقی مقالہ دو یا دو سے زیادہ جرنلز میں جمع کرواسکتے ہیں؛ جبکہ پبلشرز اس کی اجازت نہیں دیتے؟

جواب: - ان کے علم میں لاکر ایسا کرلیں۔

سوال: - کیا ایسا کرنا جائز ہے کہ چند سائنسداں مل جائیں اور ایک دوسرے کا نام تحقیقی مقالے میں ڈال دیا کریں؟

جواب: - گنجائش ہے، اگر سب نے مل کر کام کیا ہے۔

ان تمام تفصیلات کے بتانے کے بعد ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں پورے کے پورے دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❁ ❁ ❁

حواشی و حوالہ جات

[1] http://en.wikipedia.org/wiki/Doctor_of_Philosophy

[2] http://en.wikipedia.org/wiki/Academic_paper#Scholarly_paper

[3] Peer review: The nuts and bolts, July 2012
http://www.senseaboutscience.org/resources.php/99/peer-review-the-nuts-and-bolts

[4] http://en.wikipedia.org/wiki/Patent

[5] مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، جواھر الفقہ، جلد دوم، باب حقِ تصنیف اور حقِ ایجاد کی شرعی حیثیت۔

[6] حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ عالی، فقہی مقالات، جلد اول حقوق مجردہ کی خرید و فروخت۔

❁ ❁ ❁

عصرِ حاضر کی سائنسی تحقیق اور متعلقہ اسلامی احکام

حصہ دوم

Contemporary Scientific Research and Related Islamic Commandments

تحریر و تخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

بہ اجازت: حضرت مولانا مفتی محمد نعیم میمن صاحب، خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اس مضمون کی پہلی قسط کے اندر ہم نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم میمن صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ) سے عصرِ حاضر کی سائنسی تحقیق سے متعلق اسلامی احکام دریافت کئے تھے۔ اس مضمون کے چھپنے کے بعد بعض حضرات نے اس مضمون سے متعلق مزید کچھ اور سوالات دریافت کئے جن کو ہم قارئین کی خدمت میں بعد از تمہید پیش کرتے ہیں تاکہ مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

"بغیر پیسوں کے عوض محدود رسائی والے" اور "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے" تحقیقی جرائد

اس وقت تحقیقی دنیا میں سائنسی تحقیقی مقالوں کو چھاپنے کے عمومی طور پر دو طریقے رائج ہیں۔ ایک طریقہ "بغیر پیسوں کے عوض محدود رسائی والے تحقیقی جرائد" یعنی (Subscription based journal) میں تحقیقی مقالہ چھپوانا کہلاتا ہے جبکہ دوسرا "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" یعنی (Fee charging Open Access Journal) میں تحقیقی مقالہ چھپوانا کہلاتا ہے۔

"بغیر پیسوں کے عوض محدود رسائی والے تحقیقی جرائد" سے مراد وہ سائنسی جرائد ہیں جو کہ عوام الناس کو صرف پیسوں کے عوض پڑھنے کو مل سکتے ہیں۔ اس طریقے کے اندر سائنسدان ایک تحقیقی مقالہ لکھتا ہے اور پھر جرنل کے اندر بھیج دیتا ہے۔ وہاں پر تحقیقی مقالے کے جانچنے (Peer Review) کے ذریعے اس تحقیقی مقالے کی پرکھ ہوتی ہے۔ تحقیقی مقالے کے جانچنے (Peer Review) سے مراد یہ ہے کہ کسی سائنسی تحقیقی مقالے کو اسی مضمون پر مہارت رکھنے والے سائنسدان حضرات جانچیں۔ اگر تحقیقی مقالہ اس جرنل کے معیار پر پورا اترتا ہے اور جانچنے والے اس کو منظور کر لیتے ہیں تو وہ تحقیقی مقالہ چھپنے کیلئے بھیج دیا جاتا ہے۔ جب وہ تحقیقی مقالہ چھپ جاتا ہے تو جو پبلیشر اس تحقیقی مقالے کو چھاپتا ہے وہ اس تحقیقی مقالے کو مختلف تحقیقی اداروں، لائبریریوں، یونیورسٹیوں اور عوام الناس کو پیسوں کے عوض فراہم کرتا ہے۔ عمومی طور پر کمپیوٹر سائنس، ٹیلی کام اور نیٹ ورکس کے مضامین سے متعلق تحقیقی مقالے قارئین کو تقریباً ۳۰ سے ۴۰ امریکی ڈالر (تقریباً تین ہزار سے چار ہزار پاکستانی روپیہ) تک کی قیمت میں ملتے ہیں۔ اس پیسے کے عوض پبلیشر اپنا منافع بھی کماتا ہے اور تحقیقی مقالوں کو چھاپنے سے متعلق اخراجات بھی برداشت کرتا ہے۔ نیز اس منافع میں سائنسدان حضرات، تحقیقی مقالوں کے جانچنے والوں اور ایڈیٹر کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور ایڈیٹر رضاکارانہ طور پر کام کرتے ہیں، اور اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سائنسی کمیونٹی میں کسی سائنسی تحقیقی جرنل کا ایڈیٹر بننا بڑے اعزاز کی بات سمجھی جاتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ "بغیر پیسوں کے عوض محدود رسائی والے تحقیقی جرائد" کے اندر تحقیقی مقالہ چھپوانے پر سائنسدان کو کوئی پیسہ نہیں دینا پڑتا، بس تحقیقی مقالے کا معیار اتنا ہو کہ تحقیقی مقالے کو جانچنے والے مختلف سائنسدان اس کی منظوری کا فیصلہ کر لیں۔

اس کے بالمقابل "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" سے مراد وہ سائنسی جرائد ہیں جو کہ عوام الناس کو بغیر کسی معاوضہ کے پڑھنے کو با آسانی مل جاتے ہیں [1]۔ نیز ان جرائد کے اندر جب کوئی سائنسدان تحقیقی مقالہ چھپوانے کیلئے بھجواتا ہے تو اس کے تحقیقی مقالے کو مختلف سائنسدان بعینہ "بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے تحقیقی جرائد" کی طرح جانچتے ہیں اور پھر اگر وہ تحقیقی مقالہ اس جرنل کے معیار پر پورا اترتا ہے اور جانچنے والے اس کو منظور کر لیتے ہیں تو پبلیشر سائنسدان سے کہتا ہے کہ آپ پیسے جمع کروائیں تا کہ آپ کا تحقیقی مقالہ چھپوانے کیلئے بھجوایا جاسکے۔ عمومی طور پر کمپیوٹر سائنس، ٹیلی کام اور نیٹ ورکس کے مضامین سے متعلق تحقیقی مقالے سائنسی جرائد کے اندر چھپوانے کی قیمت تقریباً ۱۰۰۰ سے ۱۴۰۰ امریکی ڈالر (تقریباً ایک لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ پاکستانی روپیہ) تک ہوتی ہے۔ جو کہ پبلیشر اس تحقیقی مقالے کی پبلیشنگ اور دیگر مصارف کے اندر استعمال کرتے ہیں اور عوام الناس کو یہ تحقیقی مقالہ مفت فراہم کیا جاتا ہے۔

تحقیقی مقالوں کے چھپوانے سے متعلق طریقہ کار پر تحفظات

تحقیقی مقالوں کو چھاپنے سے متعلق دونوں طریقوں یعنی "بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے تحقیقی جرائد" اور "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" پر سائنسی کمیونٹی میں تحفظات پائے جاتے ہیں، جن کا خلاصہ ہم درجِ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

"بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے" تحقیقی جرائد پر تحفظات

اس طریقے سے متعلق جو تحفظات پائے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ سائنسی تحقیق اور تحقیقی مقالے عوام الناس کو پیسوں کی بنیاد پر ملتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ترقی پذیر ممالک کے اندر طلباء اور سائنسدانوں کو تحقیق کے اندر کافی دشواری پیش آتی ہے۔ نیز جب طلباء تحقیقی مقالے خریدنے جاتے ہیں تو ان کا صرف خلاصہ (Abstract) ہی نظر آتا ہے اور اُسی خلاصہ کی بنیاد پر تحقیقی مقالے کو خریدنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ سے اگر کوئی غلط سائنسی تحقیقی مقالہ خرید لیا جائے تو وہ واپس بھی نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے اس طالبِ علم یا سائنسدان کا انفرادی طور پر کافی خرچہ ہو جاتا ہے۔

Michael Eisen [2] نے اپنے بلاگ پر یہ لکھا ہے کہ انھوں ایک جعلی سائنسی تحقیقی مقالہ سائنس جرنل [4] کے اندر بھجوایا تھا اور اس جرنل نے ان کے تحقیقی مقالے [2] کو منظور کر لیا۔ لہٰذا انھوں نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے تحقیقی جرائد" کے اندر بھی تحقیقی مقالے کے جانچنے کے اندر بہت سی خامیاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی خامیاں ان جرائد میں موجود ہیں مثلاً اگر ایڈیٹر کسی تحقیقی مقالے کو چھاپنا چاہے تو وہ تحقیقی مقالے کے جانچنے کے عمل کو نرم بھی کر سکتا ہے اور وہ تحقیقی مقالہ نرم مزاج تنقید نگاروں (Reviewers) کو بھیج کر بھی اس کو شائع کروانے کی کوشش کر سکتا ہے۔

"پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے" تحقیقی جرائد پر تحفظات

John Bohannon نے ایک تحقیقی مقالہ سائنس جرنل [4] کے اندر تحریر کیا ہے جس میں "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" کے سے متعلق انہوں نے اپنی تحقیق پیش کی ہے [5]۔ واضح رہے کے سائنس جرنل ایک نہایت اعلیٰ معیار کا جرنل ہے جس کا (JCR 2013) کے مطابق (IF=31.47) ہے۔ اپنی اس تحقیق کے مطابق جان نے ۲۰۱۳ کے اندر ایک جعلی تحقیقی مقالہ تقریباً ۳۰۴ "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" کے اندر بھجوایا اور ۶۰ فیصد جرنلز نے اس تحقیقی مقالے کو چھاپنے کیلئے منظور کر لیا۔ اس ساری تحقیق سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" تحقیق کو نہیں بلکہ پیسوں کو معیار بناتے ہیں اور ان کا تحقیقی مقالے کے جانچنے کا عمل (Peer Review) بھی انتہائی کمزور ہے۔

Michael Eisen [2] جو کہ (Public Library of Science PLS) بنانے والوں میں سے ایک ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ سائنسی پبلیشنگ کے اندر ہے اور اس کا حل یہ نہیں کہ ہم "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" کو سرے سے ہی ختم کر دیں بلکہ ہمیں چاہیے کہ ہم ان جرائد میں تحقیقی مقالوں کو جانچنے کے معیار کو اور مضبوط بنائیں [3] ۔

(Jeffrey Beall) نے (Predatory Publishers) یعنی جعل ساز پبلیشرز کی ایک لسٹ بنائی ہے [6] اور جرائد کے نام بھی گنوائے گئے ہیں۔ نیز [7] کے اندر انھوں نے یہ تفصیلات بھی بتائی ہیں کہ کن بنیادوں پر وہ ایک پبلیشر کو نامناسب قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے (Nature) جرنل میں اپنے تحقیقی مقالے [8] کے اندر بہت ہی زیادہ تنقید کی ہے کہ "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" میں کچھ کی حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ پیسوں کے عوض وہ ہر قسم کے تحقیقی مقالوں کو چھاپنے کے لئے راضی ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور تحقیقی مقالے کے اندر ایک مصنف نے "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" پر سیر حاصل بحث کی ہے [9]۔ اس ساری صورتحال کا نقصان بیچارے اُن دیانتدار سائنسدانوں پر پڑ رہا ہے جو کہ اعلیٰ معیار کے تحقیقی مقالے چھپوانا چاہتے ہیں اور چونکہ وہ ایک اخلاقی طریقے سے تحقیقی مقالے چھپوانا چاہتے ہیں اس لئے اُن کے تحقیقی مقالے دیر سے چھپتے ہیں اور اُن کے تحقیقی مقالوں کا معیار بھی اعلیٰ ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس غیر اخلاقی قسم کی حرکات کرنے والے سائنسدان حضرات مختصر مدت میں پیسوں کے عوض تحقیقی مقالے چھپوا کر اعلیٰ عہدوں پر ترقی اور مدتِ ملازمت میں بڑھوتری (Tenure) حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

"پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے" اور "بغیر پیسوں کے عوض محدود رسائی والے" تحقیقی جرائد سے متعلق شرعی احکامات

سوال:- کیا "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" یعنی (Fee charging Open Access Journal) میں تحقیقی مقالہ چھپوانا جائز ہے؟ نیز ممکن ہو سکے تو شرعی دلیل بھی مہیا کر دیجئے۔

جواب:- اگر واقعی تحقیقی مقالہ اعلیٰ معیار کا ہے پھر تو پیسوں کے عوض تحقیقی مقالہ چھپوانا جائز ہے اور اگر مقالہ اعلیٰ معیار کا نہیں ہے بلکہ پیسوں کی بنیاد پر چھپوایا جا رہا ہے تو پھر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اسطرح دیانتدار اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل سائنس دانوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

سوال:- اس مضمون کی پچھلی قسط کے اندر ایک سوال کے جواب میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "پیسے دے کر تحقیقی مقالہ شائع کرنا ناجائز ہے اور یہ رقم رشوت شمار ہو گی"۔ اب سوال یہ ہے کہ "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" مصنف سے پیسے لیتے ہیں تاکہ تحقیقی مقالہ باآسانی اور مفت عوام الناس کو مل جائے جبکہ جن جرنلز میں پیسے نہیں دیئے جاتے وہ تحقیقی مقالے عوام الناس کو پیسوں کے عوض دیتے ہیں۔ تو اگر کوئی سائنسدان اس نیت سے پیسے جرنلز میں دے کہ اس کا تحقیقی مقالہ عوام الناس کو باآسانی دستیاب ہو جائے تو کیا اس صورت میں بھی پیسے دے کر تحقیقی مقالہ شائع کرنا ناجائز ہو گا اور یہ رقم رشوت شمار ہو گی؟ نیز ہم کسی دوسرے کی نیت کا تعین کیسے کریں گے؟

جواب:- پچھلے سوال میں پوری وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے جواب مبہم تھا، اب اوپر کے جواب میں وضاحت آ چکی ہے۔

سوال:- حکومتِ پاکستان کا ذیلی ادارہ اعلیٰ تعلیمی کمیشن (Higher Education Commission ‘HEC’) اگلے عہدوں پر ترقی کیلئے جو تحقیقی مقالے مطلوب کرتا ہے وہ (Thomsan Reuter’s Institute of Scientific Information ‘ISI’ Indexed) اور (Impact Factor) والے ہونے چاہییں[10]۔ (HEC) کی اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ جرنلز "بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے تحقیقی جرائد" ہوں یا "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" ہوں۔ اب ایک صورت یہ ہے کہ ایک سائنسدان ایک تحقیقی مقالہ محنت کر کے سال دو سال کے اندر بغیر پیسوں والے جرنلز یعنی "بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے تحقیقی جرائد" میں چھاپتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرا سائنسدان "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" کے ذریعے سے تحقیقی مقالہ چھاپتا ہے تو کیا دونوں صورتیں برابر ہیں؟

جواب:- اصل چیز تحقیقی مقالہ کا اعلیٰ معیار کا ہونا ہے پھر چاہے وہ پیسوں والے رسائل میں چھپوائے یا بغیر پیسوں والے میں، دونوں برابر ہیں۔

سوال:- اگر تین یا چار سائنسدان حضرات آپس میں مل جائیں اور پیسے جمع کر کے اپنے تحقیقی مقالہ "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" میں بھیجیں تا کہ اُن پر جو ادارے اور حکومت کی طرف پابندی ہے کہ سال میں دو تحقیقی مقالے لازمی لکھیں وہ پوری ہو جائے، تو کیا ایسا کرنا اُن کیلئے جائز ہو گا اور یہ رشوت شمار نہ ہو گی؟

جواب:- یہاں پر اصل چیز اعلیٰ معیار ہونا ہے نیز ادارے کی طرف سے اسکی بھی اجازت ہو کہ سب مل کر تحقیق کریں تب تو جائز ہو گا۔ اگر ادارہ اس بات کا پابند کر دے کہ اکیلے تحقیق کریں تو پھر مل کر تحقیق کرنا مناسب نہ ہو گا۔

سوال:- عالمی تحقیقی دنیا میں اس وقت (paradigm shift) یعنی رجحان تبدیل ہو رہا ہے اور بہت ہی اعلیٰ معیار کے پبلیشرز جیسے (IEEE, Elsevier, Wiley, Springer) وغیرہ وہ مصنف اور سائنسدان حضرات کو اب دونوں سہولتیں مہیا کر رہے ہیں یعنی اب تحقیقی جریدے عمومی طور پر تو "بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے تحقیقی جرائد" کے طور پر ہی کام کریں گے مگر جو سائنسدان یہ چاہتا ہے کہ اس کا تحقیقی مقالہ عوام الناس کو پیسوں کے بغیر میسر ہو تو وہ پیسے دے کر اپنے تحقیقی مقالے کو عام کر سکتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا تحقیقی مقالہ پیسوں سے چھپوانا جائز ہے کہ نہیں؟ اور کیا یہ رقم رشوت شمار ہو گی؟

جواب:- جائز ہے۔

سوال:- اگر ایک جرنل جو کہ "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والا تحقیقی جریدہ" ہو اور ایک سائنسدان کے مضمون سے متعلق بھی ہے اور مصنف نے اپنا تحقیقی مقالہ "بغیر پیسوں کے عوض محدد رسائی والے تحقیقی جرائد" میں چھپوانے کی کوشش کی مگر وہاں وہ تحقیقی مقالہ نہ چھپ سکا۔ اب اس کے پاس اپنا تحقیقی مقالہ "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والا تحقیقی جریدے" میں چھپوانے کی گنجائش ہے، یعنی پیسوں کی فراوانی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بعض باہر کی یونیورسٹیوں کے پاس بے شمار تحقیق کرنے کیلئے پیسے موجود ہوتے ہیں یا سائنسدانوں کے پاس پروجیکٹ فنڈنگ کے پیسے ہیں۔ اب اس کی نیت یہ نہیں ہے کہ وہ پیسے دے کر تحقیقی مقالہ چھپوائے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کا کام اور تحقیق عام ہو جائے تو کیا اس صورت میں میں تحقیقی مقالہ چھپوا سکتا ہے؟

جواب:- جائز ہے بشرطیہ اعلیٰ معیار کا مقالہ ہو اور لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچنے کی امید ہو۔

سوال:- (Number of citations) ایک معیار ہے [11] یعنی ایک تحقیقی مقالہ کے حوالے دوسرے تحقیقی مقالوں کے اندر کتنی تعداد کے اندر دیئے گئے ہیں۔ اس سے ایک طرف تو یہ پتہ چلتا ہے کہ تحقیق کتنی مقبول ہوئی اور دوسری طرف اسی حوالوں کی مقدار کی بنیاد پر یہ بھی متعین کیا جاتا ہے کہ وہ سائنسدان کتنے پایہ کا سائنسدان ہے۔ نیز بعض اوقات سائنسدان کی اگلے عہدے پر ترقی بھی ان حوالوں کی تعداد کو دیکھ کر ہوتی ہے اور ریسرچ فنڈنگ بھی انہی حوالوں کی تعداد کے ساتھ مشروط ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں اگر کوئی سائنسدان اپنے تحقیقی مقالے کو "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" یعنی (Fee chargnig Open Access Journal) میں چھپواتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے تحقیقی مقالے کو دیکھیں، اس کے تحقیقی مقالہ کا حوالہ دیں اور اسکے حوالاجات بڑھیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب:- جائز ہے۔

سوال:- اس سارے تناظر میں جو ہم نے اس مضمون میں پیش کیا ہے کون صحیح ہے؟ مصنف، تنقید نگار، ایڈیٹر، یا پبلیشر؟ اگر پبلیشر پیسے لے کر تحقیقی مقالہ شائع کر رہے ہیں اور اس تحقیقی مقالے کے اصلی یا نقلی ہونے سے ان کو کوئی غرض نہیں تو اس صورت میں مصنف، تنقید نگار اور ایڈیٹر کی بھی اللہ کے یہاں پکڑ ہو گی؟

جواب:- جی ہاں واقعی پکڑ ہو گی، خیانت اور رشوت کا گناہ لازم ہو گا۔

سوال:- کیا سماجی رابطے کی سائٹ پر "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" کے خلاف آواز اٹھانا جائز ہے؟

جواب:- اس میں اعلیٰ معیار کے مقالے نہ چھاپنے والوں کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔

سوال:- کیا کوئی "پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے تحقیقی جرائد" کا اجراء کر سکتا ہے؟ اور کیا اس سے پیسے کمانا شرعی طور پر جائز ہو گا؟

جواب:- جائز ہے۔

سوال:- کیا ایک سائنسدان دو تحقیقی مقالے (survey papers) لکھ سکتا ہے جبکہ اُن دو تحقیقی مقالوں کے لکھنے میں اس نے استفادہ ایک ہی قسم کے تحقیقی مقالوں سے کیا ہو مگر دونوں لکھے گئے تحقیقی مقالوں کے اندر اُس کا اندازِ بیان، لکھی گئی بات اور (contribution) مختلف ہو؟

جواب:- اگر ایک ہی تحقیق کو دو مختلف زاویوں سے پیش کرے اور اسکو دو مقالوں میں ثابت کرے تو ٹھیک ہے۔ البتہ ایک ہی تحقیق ہو اور الفاظ کے ہیر پھیر سے دو مقالے بنا کر مراعات حاصل کرنا خیانت ہو گا۔

سوال:- اس مضمون کی پچھلی قسط کے اندر ایک سوال کہ "(HoD) اور (Dean of Engineering) کانام تحقیقی مقالے کے اندر ڈالا جا سکتا ہے جب کہ انھوں نے اس تحقیقی مقالے میں کوئی کام نہ کیا ہو" کے جواب میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ " اگر قانوناً اجازت ہو تو ڈال سکتے ہیں، دھوکہ اور جھوٹ نہ ہو" تو اس بات کی تشریح فرمادیجئے۔

جواب:- یعنی انہوں نے کام نہ کیا ہو مگر یہ ثابت اور ظاہر کیا جائے کہ انہوں نے بھی تحقیق میں پورا پورا حصہ لیا ہے اور انکانام اپنے مفاد اور ان سے فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے ڈالے تو جھوٹ اور دھوکہ ہو گا۔ جھوٹ تو اسطرح کہ HoD صاحب نے تحقیق میں حصہ نہیں لیا اور یہ ظاہر کیا کہ انہوں نے حصہ لیا ہے اور دھوکہ یہ ہے کہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ HoD صاحب ایسے محقق آدمی ہیں کہ ایسی ایسی تحقیق کر چکے ہیں حالانکہ HoD کو اس تحقیق کا کچھ علم ہی نہیں ہو گا۔ نیز نام ڈالنے سے HoD صاحب بھی بہت سی مراعات حاصل کر لیں گے جو کہ خیانت ہو گا۔

سوال:- ایک دوست نے اپنی (PhD) کے دوران کچھ تحقیقی مقالوں پر اپنا نام لکھوادیا اور اُس کا ان تحقیقی مقالوں میں چھپی تحقیق میں کوئی کردار نہیں تھا۔ اُن ہی تحقیقی مقالوں کی بنیاد پر اُس کو (PhD) کی ڈگری مل گئی اور اب اس ڈگری کی بنیاد پر وہ نوکری کر رہا ہے۔ مگر اب وہ پریشان ہے اور جاننا چاہتا ہے کہ اُس کیلئے کیا حکم ہو گا؟

جواب:- اگر وہ اس نوکری کی اہلیت اور صلاحیت رکھتا ہے تو تنخواہ حلال ہو گی البتہ خیانت اور جھوٹ کا گناہ لازم ہو گا لہذا استغفار کرتا رہے۔

ان تمام تفصیلات بتانے کے بعد ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں پورے کے پورے دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حواشی وحوالہ جات

[1] http://en.wikipedia.org/wiki/Open_access_journal#Fee-based_open_access_journals
[2] http://www.michaeleisen.org/blog/?p=1439
[3] Eisen Michael, I confess, I confess I wrote the Arsenic DNA paper to expose flaws in peer-review at subscription based journals
http://www.michaeleisen.org/blog/?p=1439
[4] www.sciencemag.org
[5] Bohannon, John (2013). "Who's Afraid of Peer Review?". *Science* **342** (6154): 60–65
[6] http://scholarlyoa.com/publishers/
[7] http://scholarlyoa.com/2012/11/30/criteria-for-determining-predatory-open-access-publishers-2nd-edition/
[8] Jeffrey Beall, Predatory publishers are corrupting open access, Nature, Vol. 489(7415), Sep 2012
http://www.nature.com/news/predatory-publishers-are-corrupting-open-access-1.11385
[9] Björk and Solomon: Open access versus subscription journals: a comparison of scientific impact. BMC Medicine, 2012, 10:73
[10] http://en.wikipedia.org/wiki/Institute_for_Scientific_Information
[11] http://en.wikipedia.org/wiki/Citation

کلماتِ تشکر

میں اپنے شیخ اور استادِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد نعیم میمن صاحب دامت برکاتہم (جو کہ خلیفہ مجاز ہیں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمتہ اللہ علیہ اور ابھی خلافتِ جدید اُن کو حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے ملی ہے) کا انتہائی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرمائی اور خاص طور پر اس مضمون کو دیکھا، میری غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور مجھے اپنی قیمتی آراء سے مستفید فرمایا جس سے اس مضمون کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی الحمدللہ۔ میں اللہ پاک سے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت میرے اس مضمون کو امتِ مسلمہ کیلئے باعث خیر وبرکت بنائے، میری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

کچھ مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی منسٹر ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی (MTU) آئرلینڈ کے کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ میں لیکچرار ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے بلاک چین کے موضوع پر تدریس و تحقیق انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے ۲۰۱۱ میں یونیورسٹی آف پیرس VI، فرانس سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے آٹھ کتابیں لکھیں ہیں جن میں سے دو کتابیں بلاک چین ٹیکنالوجی سے متعلق ہیں، جس میں سے ایک کتاب کو باقاعدہ ٹیکسٹ بک کے طور پر آئرلینڈ میں ماسٹرز کے نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ بلاک چین کے موضوع پر اُن کے دسیوں تحقیقی مقالے دنیا کے بہترین تحقیقی جرائد کے اندر شائع ہو چکے ہیں۔ نیز دو طالبعلموں نے بلاک چین کے موضوع پر اُن کی سُپرویژن میں پی ایچ ڈی آسٹریلیا سے مکمل کی ہے۔ وہ کئی بہترین تحقیقی مقالوں کے ایوارڈز وصول کر چکے ہیں۔ اُن کو کمپیوٹر سائنس کے شعبے میں اُن کی تحقیق کی بنیاد پر مسلسل تین سال یعنی سن ۲۰۲۰، سن ۲۰۲۱ اور سن ۲۰۲۲ میں دنیا کے ایک فیصد بہترین سائنسدانوں کی فہرست میں میں شامل کیا گیا۔